غیر مسلموں کے حقوق و فرائض اور ان سے حسن سلوک سیرت طیبہ ؐ کی روشنی میں

پروفیسر ڈاکٹر خلیل احمد کورانی

اسلام دین فطرت اور ایک مکمل ضابطہ حیات ہے اور لازمی ہے کہ دین فطرت ہماری زندگی کے ہر شعبہ میں محیط ہو۔ کیونکہ اس کے سوا ہر کوشش سعی ناتمام ہوگی۔ اور یہ بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہم پہلے جان لیں کہ اسلام کیا ہے؟

اسلام: اسلام عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی حکم ماننے، اطاعت کرنے اور امن قائم کرنے کے ہیں۔ اور مسلم وہ ہوتا ہے جو کہ صحیح معنی میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے اس لحاظ سے دنیا کی ہر چیز مسلم ہے چونکہ وہ اپنے اللہ تعالیٰ کے قانون کے پابند ہیں۔

سچا دین: اللہ کا دین صرف ایک ہے اور وہ اسلام ہے

اس عنوان کی تفصیل سے پہلے چند مندرجہ ذیل باتوں کا ذہن میں رکھنا ضروری ہے

☆ آنحضرت ﷺ نے قانونی حیثیت سے دنیا کی قوموں کو چار طبقوں میں تقسیم فرمایا اور ان کے علیحدہ علیحدہ حقوق قرار دیئے۔ جن پر اسلام کی چودہ صدیوں تک برابر عمل ہوتا رہا ہے یہ تقسیمیں حسب ذیل ہیں۔

۱۔ **مسلمان:** جو قرآن اور دوسری آسمانی کتابوں کو کتاب الہی یقین کرتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک دوسرے کا بھائی اور ہر اچھائی اور برائی میں ایک دوسرے کا شریک ہے۔ وہ آپس میں ایک دوسرے سے شادی بیاہ کر سکتے ہیں اور ایک دوسرے کے ہاتھ کا ذبح کیا ہوا جانور کھا سکتے ہیں اسلام کی سلطنت میں ان کے حقوق یکساں ہیں۔

۲۔ **اہل کتاب:** یعنی ان کتابوں کے پیرو جن کے نام قرآن میں مذکور ہیں۔ یا یوں کہئے کہ جو قرآن کو آسمانی کتاب نہیں مانتے۔ مگر ان کتابوں میں سے جن کا نام قرآن میں مذکور ہے کسی کو وہ اپنی آسمانی کتاب مانتے ہیں۔ یہ لوگ اپنی حفاظت کا مالی ٹیکس (جزیہ) ادا کر کے اسلامی حکومتوں کے حدود میں رہ سکتے ہیں۔ ان کے معابد اور مذہبی عمارتیں محفوظ رہتی ہیں ان کو اپنے مذہب کے

ترک پر مجبور نہیں کیا جاسکتا۔ان کی جان و مال عزت و آبرو کے مسلمان محافظ ہوتے ہیں ان کی عورتوں سے مسلمان نکاح کر سکتے ہیں۔اوران کے ہاتھ کا ذبح کیا ہوا جانور کھا سکتے ہیں۔ان کا جائز کھانا وہ کھا سکتے ہیں۔اور وہ اپنا کھانا ان کو کھلا سکتے ہیں۔

۳۔**شبہ اھل کتاب**: یعنی وہ لوگ جو قرآن ،توراۃ،انجیل وزبور کو نہیں مانتے ہیں مگر وہ خود ان کے علاوہ کسی آسمانی کتاب پر ایمان لانے کے مدعی ہیں جیسے صابی جو ایک آسمانی کتاب رکھنے کے دعوی کے باوجود ستاروں کو پوجتے ہیں اور مجوسی یعنی پارسی ایک آسمانی کتاب کو رکھنے کا دعویٰ کرتے ہیں اور ساتھ ہی سورج، آگ، اور دیگر مظاہر قدرت کی پرستش کرتے ہیں۔ترکستان اور سندھ کی فتح کے موقع پر علماء اسلام نے انہی پر قیاس کر کے ہندوؤں اور بدھوں وغیرہ کو بھی اسی صف میں داخل کیا۔مسلمان ان کی عورتوں سے نکاح نہیں کر سکتے اوران کا ذبیحہ نہیں کھا سکتے۔ان دو باتوں کے علاوہ اہل کتاب کے باقی حقوق آنحضرت ﷺ نے ان کو عطا کئے ہیں۔وہ اسلامی حکومت میں ادائے جزیہ کے بعد ہر قسم کے ملکی حقوق میں شریک ہیں ان کی جان و مال وآبرواور ان کے معبدوں کی حفاظت اسلامی حکومتوں کی ذمہ داری ہے

۴۔ **کفار و مشرکین**: یعنی وہ لوگ جن کے پاس نہ تو کوئی آسمانی کتاب ہے اور نہ وہ کسی دین کی طرف منسوب ہیں۔ان کو چند شرائط کے ساتھ امن دیا جاسکتا ہے۔لیکن حقوق حاصل کرنے کے لئے ان سے کہا جائے گا کہ وہ کسی نہ کسی آسمانی دین کے اندر اپنے کو داخل کرلیں، جیسا کہ عباسیوں کے ابتدائی زمانہ میں حرانی عراقیوں نے اپنے کو صابئیوں میں داخل کر کے اپنے لئے حقوق حاصل کئے تھے(۱)

☆**ذمی**: وہ کافر ہے جو کسی اسلامی حکومت سے معاہدہ وغیرہ کر کے اسلامی حکومت میں سکونت اختیار کرے۔

☆جزیہ: اگر کفار اسلام قبول کرنے سے انکار کریں تو ان سے جزیہ لیا جائے گا(۲)

امریکن مورخ ڈریپر رقم طراز ہیں کہ:اسلام نے جنگ کی آزادی دی ہے۔لیکن جنگ کو جن شرائط سے مشروط کر دیا اوراس میں جو پابندی عائد کی ہیں۔اسے دیکھیے اس نے جنگ میں زیادتی کرنے اور غیر ضروری خون بہانے کی ممانعت کر دی ہے۔اس نے زخمیوں، ضعیفوں، مجبوروں، قیدیوں ،عورتوں، اور بچوں پر تلوار اٹھانے کی ممانعت کر دی ہے، اس نے شکست قبول کرنے والے، ہتھیار

ڈالنے والے، اور اطاعت کا صرف اظہار ہی کرنے والے دشمن کو امان دینے کا ہر حال میں حکم دیا ہے، اس سے جنگ کی مصیبت کا دائرہ کتنا محدود ہو جاتا ہے۔

اس نے جزیہ لگانے کی رسم بھی ایک خاص مصلحت کی بنا پر ڈالی۔ اسلامی حمایت میں وہ بہت سی مظلوم و مقہور قومیں داخل ہو گئیں جو ظالم حکومتوں کی کثیر محصولات کی ادائیگی سے عاجز آ گئی تھیں۔ اس طرح انہیں افلاس و تنگدستی کے مصائب سہنا پڑ رہے تھے۔ اس موقع پر فوجی خدمت سے معافی کے معاوضہ میں اسلام نے جو حقیر سا محصول ان پر جزیہ کے نام سے لگایا۔ وہ قدرتی طور پر انہیں ناگوار معلوم نہیں ہوا بلکہ انہیں اسلامی عدل و انصاف کی حکومت ایک رحمت معلوم ہوئی (۳) جو لوگ ایمان کے مقابلہ میں کفر کو پسند کریں انہیں اپنا دوست نہ بنایئے، خواہ باپ، دادا، بھائی ہی کیوں نہ ہوں (۴) ایسے کافر کو دوست نہ بنایئے جو دین کے معاملہ میں جنگ و جدل کرے۔ یا مسلمانوں سے لڑے۔ یا مسلمانوں کو ان کے ملک سے نکالے یا نکالنے والوں کی مدد کرے (۵) ایسے کافر کے ساتھ نیکی یا حسن سلوک کرنے میں کوئی حرج نہیں جو نہ دین کے معاملہ میں مسلمانوں سے لڑے، نہ مسلمانوں کو ان کے ملک سے نکالے اور نہ نکالنے والوں کی مدد کرے (۶) کافر کو برا کہ کر اس کے مسلم رشتہ داروں کو تکلیف نہ پہنچائے (۷) اگر ذمی رسول اللہ ﷺ کو برا بھلا کہے تو اسے قتل کر دے، اسکا ذمہ ٹوٹ گیا۔ (۸) موالات کفار بنص قرآنی حرام ہے اس سے مراد مودت اور قربت ہے (۹)

حقوق

اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ ہر انسان پر دوسرے انسانوں بلکہ حیوانوں اور بے جان چیزوں تک کے کچھ فرائض عائد ہیں اور یہ ان کے حقوق ہیں۔ جنہیں ہر انسان کو امکان بھر ادا کرنا ضروری ہے۔ یہ حقوق اور فرائض اسلامی اخلاق کی تعلیم ہیں

حقوق کے معنی: انسان کو دنیا کی ہر اس چیز سے جس سے اس کا نفع کا تعلق ہے، ایک گونہ لگاؤ رہے، اس لگاؤ کا تقاضہ یہ ہے کہ اس کی ترقی و حفاظت میں کوشش کی جائے۔ اس شئی سے وہ نفع اٹھایا جائے جس کیلئے اللہ تعالیٰ نے اس کو پیدا کیا ہے اور ان موقعوں پر ان کو صرف کیا جائے جن میں اللہ تعالیٰ نے اس کو صرف کرنے کا حکم دیا ہے اور اس کو ہر اس پہلو سے بچایا جائے جس سے اس کی نفع رسانی کو نقصان پہنچے، اس ذمہ داری کا نام "حق" ہے جسے از خود ادا کرنا ضروری ہے

انسانی حقوق: انسانی حقوق وہ حقوق ہیں جو انسان کو فطری اور پیدائشی طور پر انسان ہونے کے ناطے حاصل ہے۔ یہ حقوق انسان کی ذات کا لاینفک حصہ ہیں، یعنی یہ ناقابل تقسیم اور انتقال ہیں۔ یہ حقوق دائمی اور عالمگیر ہیں۔ یہ حقوق نہ تو ساقط ہو سکتے ہیں نہ روکے جا سکتے ہیں۔ نہ انسان سے واپس لئے جا سکتے ہیں، اور نہ ہی ان کے دینے یا نہ دینے کا کسی کی صوابدید پر انحصار ہے۔ ان کے حقوق کا بنیادی نکتہ یہ ہے کہ تمام انسان پیدائشی طور پر یکساں عزت اور حقوق کے حامل ہیں۔ ان بنیادی انسانی حقوق میں زندگی، آزادی اور تحفظ کا حق۔ مناسب معیار زندگی کا حق۔ ملکیت اور وراثت کا حق۔ آزادی رائے اور اظہار رائے کا حق۔ تعلیم کے حصول کا حق۔ آزادی مذہب وعقائد کا حق۔ اور ہر طرح کے خوف وہراس اور تشدد سے آزاد زندگی گزارنے کا حق شامل ہیں

اسلام میں حق کو صرف دو بڑے بنیادی حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے

۱. حقوق الله

۲. حقوق العباد

حقوق الله

اللہ تعالی کے انسانوں پر چیدہ چیدہ حقوق مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) اقرار توحید اور عمل صالح (یعنی شرک نہ کرنا)

(۲) صرف اسی کی عبادت نہ کرنا

(۳) اس کے بتائے ہوئے قوانین (حلال وحرام، نیکی وبدی، معروف منکر، عورتوں کے حقوق و فرائض، میراث میں قوانین، انسانوں کے آپس میں میل جول وغیرہ) پر عمل کرنا

یعنی حدود اللہ سے تجاوز نہ کرنا۔ ایک مسلمان پر فرض ہے کہ وہ ان پر عمل کرے اور دوسروں کو عمل کرائے۔

حقوق العباد

انسانی حقوق کے مآخذ: (الف) اللہ تعالی کی جانب سے ودیعت کئے گئے حقوق

(۱) **انسان کی فضیلت:** انسان محترم ہے، اللہ تعالی نے انسان کو تمام مخلوقات پر فضیلت دی ہے ولقد کرمنا بنی آدم(۱۰)

اور لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم(۱۱)

(۲) زندگی کی حرمت: اللہ تعالیٰ نے انسان کو زندگی دی اور اسے اپنی زندگی جینے کا حق دیا یہاں تک کہ ایک انسان کے قتل کو پوری انسانیت کا قتل بتلایا(۱۲)

(۳) مساوات اور برابری: تمام انسان آدم کی اولاد ہیں امیر و غریب، صغیر و کبیر، آقا و غلام سب انسان برابر ہیں۔ رنگ و نسل جنس و عہد کے امتیازات و مظالم پرستی سب ختم کر دیئے (۱۳)

(۴) معیار بزرگی: ایمان، عمل صالح، تقویٰ اور علم کی فضیلت (۱۴)

(۵) انسان کے ذاتی حق: شیر خوار بچے کیلئے ماں کے دودھ کا حق۔ والدین اور خاندان پر بچے کی پرورش کا حق۔ اولاد پر والدین کی خدمت، اطاعت اور عزت کا حق۔ زوجین کے باہمی حقوق۔ ہمسایوں، مہمان، مسافر، رعایا، حاکم، ملازم، خدمت گار، مزدور، یتیم، غریب، محتاج، معذوروں، اور رشتہ داروں کے حقوق وغیرہ

(۶) ملکیت اور وراثت: (۱۵)

(۷) بنیادی ضروریات زندگی کے حصول کا حق: تعلیم، شادی بیاہ، عدل و انصاف، رزق حلال وغیرہ

(ب) حضور ﷺ کی سیرت طیبہ، سنت اور ارشادات سے حاصل حقوق خطبہ حجۃ الوداع سے بیان کیے گئے حقوق

(ج) معاشرہ کی جانب سے "اقدار کی صورت میں" حاصل حقوق

انسانی وقار کا حق۔ مسافرت میں مدد، مہمان کی آؤ بھگت، ضرورتمند یا کسی مشکل یا پریشانی میں ہو تو اس کی مدد کرنا، بیمار کی عیادت کرنا، ہمسایگی حیثیت سے حق۔ عدل و انصاف، معاشی ناہمواریوں اور سماجی و معاشی ناانصافیوں سے تحفظ وغیرہ۔

نوٹ: اسلام کا سماجی نظام تین بنیادی اصولوں پر مبنی ہے۔

(۱) مطلق اور مکمل آزادی، ضمیر کی آزادی

(۲) مکمل انسانی مساوات

(۳) معاشرہ کے معاشی لحاظ سے محروم افراد کی ضروریات پوری کرنے کی ذمہ داری معاشرہ پر عائد ہونا۔

(د) ریاست یا مملکت کی جانب سے نافذ کردہ قوانین کی صورت میں حاصل حقوق

کسی بھی ریاست/مملکت کے قوانین کی اساس، اس کی تاریخ، تہذیب، ثقافت، اقدار، اس کے تمدن، نظریات، اور عوام کی امنگوں پر مبنی ہوتی ہے پاکستان ایک نظریہ کی بنیاد پر ایک اسلامی ریاست کی صورت میں معرض وجود میں آیا اس لئے اس کے قوانین کی نہ صرف اسلام کے ساتھ ہم آہنگی بلکہ ان کی بنیاد اسلام پر قائم ہونا ناگزیر ہے پاکستان کے قوانین بھی انسانی حقوق کا تعین کرتے ہیں جو بڑی حد تک وہی ہیں جو اسلام نے انسانیت کو دیئے ہیں

آئین پاکستان میں اہم حقوق درج ذیل ہیں۔

۱۔زندگی کا حق: اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی اور اپنے اہل وعیال کی زندگی کا حق دیا ہے

۲۔جان و مال کے تحفظ کا حق: اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنے اور اپنے خاندان کے مال ومتاع کے تحفظ کا حق دیا۔رسول اللہ ﷺ نے بھی مال واسباب کے تحفظ کا حق دیا۔

۳۔شخصی آزادی کا حق: اسلام نے سب انسانوں کو آزادی کا حق دیا ہے

''حضرت عمرؓ کا قول''

مشہور جرنیل اور فاتح مصر عمرو بن العاصؓ کے فرزند نے ایک شخص سے ناحق مار پیٹ کی۔اس نے فریاد کی۔حضرت عمرؓ نے ملزم سے دریافت کیا۔اس نے اقرار جرم کیا۔خلیفہ نے کہا: ''یہ تم نے کب سے سیکھا ہے، ان لوگوں کو جنہیں خدا نے آزاد پیدا کیا ہے غلامی کا طوق پہناتے رہو''۔پھر کہا کہ فریادی بھی تمہیں اسی طرح مارے گا جس طرح کے تم نے اسے مارا ہے(یہ ہے عدل ومساوات کا حال اور آزادی کا حق)(۱۶)

۴۔بنیادی انسانی ضروریات: خوراک، لباس، رہائش، صحت، تعلیم، روزگار کے حصول کا حق

۵۔ضروریات زندگی اور معاشرت کے مناسب ذرائع کے حصول کا حق

۶۔ملکیت اور وراثت کا حق

۷۔قانون کی نظر میں سب کے برابر اور محترم سمجھے جانے کا حق

۸۔عزت نفس کو قائم رکھنے کا حق

۹۔عدل وانصاف کے حصول کا حق

۱۰۔اپنے اہل خانہ کے جان ومال عزت وآبرو کے تحفظ کا حق

۱۱۔آزادی رائے اور اس کے اظہار کا حق

۱۲۔عقائداور مذہبی آزادی کا حق
۱۳۔مذہبی رسومات وعبادات کی ادائیگی کا حق، مذہبی تہواروں کے منانے اوراپنے عقائد پر قائم رہنے اوران کی تبلیغ کا حق
۱۴۔اپنی تہذیب وثقافت کی آبیاری اوراس کے تحفظ کا حق
۱۵۔اپنی صلاحیتوں کواجاگر کرنے کا حق
۱۶۔نقل مکانی کا حق
۱۷۔قومیت اورشہریت کا حق
۱۸۔ذاتی معاملہ نجی خط وکتابت کے اخفاءاور پرائیویسی کا حق
۱۹۔صحت منداورصاف ستھرے ماحول میں رہنے کا حق
۲۰۔شہری سہولتوں سے فائدہ اٹھانے کا حق
۲۱۔ملکی/حکومتی معاملات میں قواعد کے مطابق حصہ لینے کا حق
۲۲۔ملکی وسائل سے استفادہ کا حق
۲۳۔سماجی معاشرتی، سیاسی سرگرمیوں میں شرکت کا حق
۲۴۔انجمن سازی اوررکنیت کے حصول کا حق
۲۵۔ذہنی تخلیقات کے تحفظ اوران کی وراثت کا حق
۲۶۔شادی بیاہ کے معاملات میں رضامندی/ پسند کا حق
(ھ)عالمی برادری کی جانب سے حاصل حقوق
۱۔شہری وسیاسی حقوق
۲۔معاشی معاشرتی وثقافتی حقوق
(و)حجۃ الوداع میں بیان کئے گئے حقوق
(ز)انسانی حقوق کا عالمگیر اعلان (اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی)۱۰دسمبر ۱۹۴۱ء
(ح)انسانی حقوق کا عالمی منشور (اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی)۱۰دسمبر ۱۹۴۸ء (جس میں تیس دفعات ہیں)
(ط) خواتین کے خلاف ہر قسم کے امتیازات اورفرق کے خاتمہ کا کنونشن۔جس میں ایک پیش لفظ اورتیس دفعات ہیں (اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی)۱۹۷۹ء

(ی) بچوں کے حقوق کے متعلق کونشن (CRC) (اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی) ۱۹۸۹ء نافذ العمل ۲ ستمبر ۱۹۹۰ء

(ک) حکومت پاکستان کا (nccwp) پیش لفظ اور ۵۴ دفعات ہیں ۱۹۸۰ء

(ی) O.I.C اعلان قاہرہ میں بنیادی انسانی حقوق کا اعلان پیش لفظ اور پچیس شقیں ہیں ۱۹۹۰ء (۱۸)

فرد کے انسانی حقوق

(الف) فطری انسانی حقوق

مذہبی آزادی ہر فرد کا انسانی حق ہے۔ اسے حق ہے کہ وہ اپنے مذہب اور عقائد کے مطابق زندگی گزارے۔ اپنی مذہبی عبادات اور رسوم ادا کرے۔ اپنی مذہبی تقریبات، اپنی مذہبی رسوم کے مطابق منائے۔ اس کا حق ہے کہ اس کی مذہبی عبادت گاہوں کو تحفظ حاصل ہو۔ وہ اپنے مذہبی عقائد اور نظریات کا پرچار کرے۔ اور اس کے مذہبی عقائد و نظریات کا احترام کیا جائے۔

(ب) فرد کے حقوق خاندان پر

۱۔ تحفظ اور پرورش کا حق

۲۔ ذہنی نشو نما و تعلیم کا حق

۳۔ تربیت حاصل کرنے کا حق

۴۔ اخلاقی اور معاشرتی اقدار سے آگاہی: مثلاً۔ نیکی، ہمدردی، ایثار و قربانی، احسان، انکسار، تحمل، بردباری،۔ رواداری، دوسروں کا احترام دوسروں کی عزت نفس کا پاس۔ خدمت، شرم و حیا، پاکیزگی، سچائی، ایفائے عہد، سادگی، نمائش سے گریز، دوسروں کی مدد کرنا، خواتین کا احترام، مہمان نوازی، والدین کی خدمت و اطاعت و عزت، چھوٹے سے شفقت، رشتہ داروں ہمسایوں سے حسن سلوک، حسد سے پرہیز، بھائی چارہ مل جل کر کام کرنا، دوسروں کا حق تسلیم کرنا، وطن سے محبت، سچ بولنا، جھوٹ کی برائی، علم بے عمل کی مذمت، عام عفو و درگزر، سخاوت اور خیرات کا حکم، بخل کی برائی، میانہ روی، عزیزوں، قرابتداروں، یتیموں، مسکینوں اور پڑوسیوں کے ساتھ نیکی، مسافروں، سائلوں اور غریبوں کی امداد، غلاموں اور قیدیوں کے ساتھ احسان، امانت داری، حق گوئی، انصاف پسندی، صلح جوئی، اتحاد و اتفاق، انسانی برادری، اکل حلال، دشمنوں سے درگزر،

بدی کے بدلے نیکی کرنا، غصہ کی برائی، ضعیفوں، کمزوروں اور عورتوں کے ساتھ نیکی، قرض دینا، قرض معاف کرنا، بھوکوں کو کھانا کھلانا، ایک دوسرے کو حق پر قائم رکھنے کی فہمائش معاملات میں سچائی اور دیانتداری، صلہ رحمی، بچوں سے محبت، بڑوں کی عزت، بیوہ کی خبر گیری، حاجت مندوں کی امداد، اندھوں کی دست گیری، عام انسانوں کے ساتھ ہمدردی، قرض داروں پر احسان، فریادیوں کی فریادرسی، خلق کو نفع رسانی، مسلمانوں کی خیر خواہی، جانوروں پر شفقت اور رحم محسنوں کی شکر گزاری۔ بیماروں کی خدمت وعیادت، حلم و وقار، غصہ کو ضبط کرنا، صبر رفق و نرمی، قناعت و استغنا، نفس انسانی کا احترام، سخت گیری کی ممانعت، غم خواری و غمگساری باہم مصالحت کرانا وغیرہ،

۵۔ رفاقت کا حق: تا کہ فرد اپنے آپ کو تنہا اور نظر انداز کیا ہوا محسوس نہ کرے۔

۶۔ مدد اور حقوق کے تحفظ کا فرض: مشکل میں مدد، خطرات میں ساتھ دینا، ضرورت پر مالی اعانت

۷۔ خوشیوں میں شرکت: کسی حسد یا تصنع کے بغیر پرخلوص انداز میں سب خوشیوں کا اظہار کرنا

(ج) فرد کے حقوق معاشرے پر

(۱) فرد کی بنیادی آزادی: انسانی وقار، احترام انسانیت اور بنیادی انسانی حقوق کا تحفظ: بایں طور کہ فضا پرامن وآشتی ہو، ہم آہنگی مفاہمت اور بھائی چارہ ہو۔

(۲) فرد کی جان و مال عزت و ناموس کا تحفظ: بایں طور کہ وہ ان کے متعلق خوف و ہراس کی فضا اور ذہنی ناآسودگی کی زندگی گزارنے پر مجبور ہو۔

(۳) معاشی و سماجی عدل وانصاف اور مساوات کا حق

(۴) بنیادی ضروریات زندگی کا حصول

(۵) صلاحیتوں کے مطابق زندگی گزارنے کے مواقع

(۶) تعلیم حاصل کرنے کے مواقع

(۷) مذہبی آزادی اور عقائد کا حق: فرد پر معاشرہ کا حق ہے کہ اس کے مذہبی عقائد اور نظریات کا احترام کیا جائے، اسے اپنی مذہبی رسومات اور عبادات ادا کرنے کا موقع میسر ہو۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ معاشرہ میں مذہبی رواداری، تحمل اور اعتدال پسندی کے اقدار موجود ہوں، فرقہ وارانہ منافرت ارتعصبات کے بجائے وسیع القلبی اور ایک دوسرے کے عقائد کے لئے احترام کا جذبہ موجود ہو عبادت گاہوں کو تحفظ حاصل ہو

(۸)اظہار رائے کا حق:
(۹)صاف ستھرا اور آلودگی سے پاک ماحول
(۱۰)ثقافتی سرگرمیوں میں شمولیت

(د)فرد کے حقوق ریاست پر

(۱)انسانی حقوق کا تحفظ
(۲)شخصی آزادی اور برابری کے حقوق کا تحفظ
(۳)جان و مال اور عزت و ناموس کا تحفظ
(۴)زندگی کی بنیادی ضروریات کے حصول کو ممکن بنانا: خوراک، لباس، رہائش، پینے کیلئے صاف پانی، صاف ستھرا ماحول، تعلیم اور صحت کی سہولتیں اور روزگار میسر ہو۔
(۵)عدل وانصاف کی فراہمی
(۶)صلاحیتوں کو اجاگر کرنے اور صلاحیتوں کے مطابق باعزت روزگار کے حصول کے مواقع کی فراہمی
(۷)**مذہبی آزادی اور عقائد ونظریات کا تحفظ**: ریاست پر فرد کا حق ہے کہ اس کی مذہبی آزادی کا تحفظ کرے تاکہ فرد اپنے عقائد ونظریات کے مطابق بلاخوف وخطر اپنی مذہبی رسوم وعبادت ادا کر سکے۔فرد کو حق ہے کہ وہ دوسروں کے مذہبی نظریات سے تصادم کے بغیر، اور ان کے مذہبی نظریات کو مجروح کیے بغیر اپنے مذہبی نظریات کا پرچار کرے۔ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس ضمن میں ہر ایک کے انسانی حقوق کا تحفظ کرے اور فرقہ واریت، مذہبی منافرت، اور گروہی کشیدگی کو ختم کرے، امن وآشتی بھائی چارے اور ایک دوسرے کے عقائد ونظریات کے احترام کی فضا پیدا کرے۔
(۸)آزادی رائے اور اس کا اظہار
(۹)ملکی وسائل اور پیداوار سے استفادہ کا حق
(۱۰)حکومتی اور سیاسی معاملات میں شرکت کا حق (۱۹)

فرد کے فرائض

فرائض: حقوق وفرائض کا چولی دامن کا تعلق ہے۔ایک فرد کے حقوق دوسرے کے فرائض ہیں اس لئے فرد کے حقوق کا ذکر فرد کے فرائض کے ذکر کے بغیر ادھورا نامکمل اور غیر حقیقت پسندانہ

ہے۔فرد کے حقوق اجمالاً بیان کئے گئے ہیں۔لیکن نیکی ،ہمدردی، خیر خواہی، رضاجوئی باہمی الفت، بھائی چارے کے حامل ایک پرامن ماحول، بقائے باہمی اور مساوات کے اصولوں پرمبنی معاشرے کی تشکیل کیلئے ضروری ہے کہ فرداپنے حقوق کی کوشش کے ساتھ ساتھ دوسرے کے حقوق کی ادائیگی پر بھی پوری تن دہی سے توجہ دے۔ جبلت مردانہ،خودداری،عزت نفس کا شعوراور خود شناسی بہت اچھی اور پسندیدہ صفات ہیں۔ان کے بغیر شخصیت کی تکمیل نہیں ہوتی۔لیکن خودشناسی اورخود پسندی میں بہت فرق ہے فرد کے لئے اس فرق کو مدنظر رکھنا بہت ضروری ہے۔فرد کے لئے لازم ہے کہ وہ اپنی عزت نفس کو جس قدر اہمیت دے اس سے زیادہ دوسروں کی عزت نفس کا احترام کرے اوراکرام کا معاملہ کرے اورشریفانہ رویہ اپنائے ایسانہ کرنے کی صورت میں بہت ممکن ہے کہ وہ خود اپنے حقوق اور دوسروں سے اپنے لئے احترام حاصل کرنے میں ناکام رہے اس لئے ضروری ہے کہ حقوق کے ساتھ فرائض کی اہمیت کو بھی سمجھا جائے اوراپنے فرائض کی بجاآوری کو اپنے حقوق کے حصول کا ذریعہ بنایا جائے۔

فرد کے فرائض اور دوسروں کے حقوق

اللہ تعالیٰ ،معاشرے،ریاست اوربین الاقوامی برادری نے جہاں فرد کو بہت وسیع حقوق دیئے ہیں، وہاں اسی قدر فرد کے فرائض بھی بہت وسیع کر دیئے ہیں۔فرائض کا پہلو بہت متنوع ہے۔فرائض میں اللہ تعالیٰ سے متعلق، رشتہ داروں سے متعلق، اپنی ذات سے متعلق، والدین سے متعلق، اہل خانہ خاندان سے متعلق، ہمسایوں سے متعلق ، ساتھیوں اور مہمانوں سے متعلق، یتیموں ،غریبوں ،محتاجوں ،ضرورتمندوں ، کمزور، حاجت مند، بیماروں ، غلاموں ، آفت رسیدہ، مظلوموں مسکینوں ،بیواؤں سے متعلق، معاشرے سے متعلق، معاشرتی اقدار سے متعلق، قانون اورآئین سے متعلق اور بین الاقوامی برادری سے متعلق ہیں ان میں سے چیدہ چیدہ فرائض کا ذکر مختصراً کیا جارہا ہے۔

(ا) فرد کے اللہ تعالیٰ سے متعلق فرائض

(الف)توحید ذاتی وصفاتی پر ایمان اوراس کا عملی اظہار

(ب)ربوبیت پر ایمان اوراسکا عملی اظہار

(ج)اللہ تعالیٰ سے محبت اوراس سے محبت کا اظہار

(د) امر و نہی پر عمل

(ہ) دوسروں کے حقوق سے متعلق احکامات الٰہی پر عمل

(۲) فرد کے رسالت سے متعلق فرائض

حضرت سیدنا رسول اللہ ﷺ کی رسالت پر ایمان، ختم نبوت پر ایمان، رسول اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ اور اُسوۂ حسنہ سے آگاہی، رسول کریم ﷺ سے عقیدت و احترام و اطاعت، سنت کی پیروی، تعلیمات نبویؐ پر عمل وغیرہ

(۳) فرد کے اپنی ذات سے متعلق فرائض

خود انسان کا اپنے اوپر بھی حق ہے کیونکہ اسے ایک مخصوص غرض کے لئے پیدا کیا گیا ہے اسی سے مناسب طور پر کام لے۔ حتیٰ اس کے ایک ایک عضو کا اس کے اوپر حق ہے۔

آنحضرتؐ کا ارشاد مبارک ہے: بے شک تیری جان کا تجھ پر حق ہے۔ اور تیری آنکھوں کا بھی تجھ پر حق ہے۔ (۲۰) اس کے علاوہ کچھ اہم حقوق یہ بھی ہیں۔

(الف) صحت کے حوالے سے

(ب) خوراک کے حوالے سے

(ج) مناسب لباس کے حوالے سے

(د) بہتر زندگی اور بہتر ماحول کے حوالے سے

(ہ) عزت نفس کے حوالے سے

(۴) فرد کے اپنے خاندان سے متعلق فرائض

فرد رشتوں کے اعتبار سے خاندان میں مختلف حیثیتوں کا حامل ہوتا ہے ہر حیثیت اس کے لئے مختلف باہمی حقوق اور ذمہ داریاں متعین کرتی ہے۔ مثلاً

(الف) والدین کا حق:۔ (بحیثیت بیٹا / بیٹی) والدین کی عزت، اطاعت، خدمت و اعانت، رضا مندی، احترام و اکرام، اخلاص و اطاعت، رحمت و مغفرت کی دعا وغیرہ

(ب) اولاد کا حق:۔ (بحیثیت ماں / باپ) اسقاط حمل گناہ، اولاد کشی کا انسداد، رضاعت و حضانت، تعلیم و تربیت، بڑے چھوٹے کے حقوق میں امتیاز کی نفی

(ج) حقوق زوجین:۔ (بحیثیت بیوی / خاوند) باہمی میل جول صرف زن و شوہر کے باہمی اخلاص

ومحبت میں قائم رہ سکتا ہے اور بیوی شوہر کی فرمانبرداری کرے اور غائبانہ نگہبانی کرے۔ یعنی نیک بیبیاں شوہر کی غیر حاضری میں شوہر کی عصمت وعزت وآبرو کا خیال رکھتی ہیں اور مال کی حفاظت کریں اور شوہر بیوی کی دلجوئی کرے، رضا جوئی کرے، غلطی ہو تو چشم پوشی کرے، صبر وتحمل سے کام لے، اس کی راحت رسانی کرے، زیادہ خوشگواری کا ماحول پیدا کرے، باہمی محبت والفت و یگانگت ہو، مسرت وراحت ہو تو دل جڑے رہیں گے نیز تحمل بردباری اور درگزر کا رویہ اپنائے باہم اپنے اپنے حقوق کے لحاظ سے گو برابر ہیں لیکن مرد کو تھوڑا سا مرتبہ اس لئے دیا گیا ہے کہ وہ عورت کی دیکھ بھال اور خبر گیری کرتا ہے، دونوں میں صلح اور یکجہتی کا رجحان ہو، عورت کے تین فرائض ہیں، اطاعت، سلیقہ مندی، عصمت وعفت ہیں (خطبہ حجۃ الوداع میں بھی زوجین کے حقوق کا ذکر ہے)

(د) حقوق اخوۃ واخوات (بھائی/بہن): (بحیثیت بہن/بھائی) محبت، خلوص، اپنائیت کا برتاؤ، خوشیوں میں شریک، پریشانی میں مدد، ایثار وقربانی، حسد سے پرہیز، نامساعد حالات میں دلجوئی وغیرہ۔

(۵) فرد کے رشتہ داروں سے متعلق فرائض، اهل قرابت کے حقوق

ماں باپ اولاد زن وشوہر کے بعد درجہ بدرجہ دوسرے اہل قرابت کا حق ہے۔ عربوں کے محاورہ میں اس کا نام "صلہ رحم" ہے۔ صلہ رحمی اور حقوق قرابت کی اہمیت یہ ہے کہ قرآن پاک نے اس کو احسان نہیں بلکہ فرض اور حق بتایا ہے خدا کی مرضی کے لئے خود تکلیف اٹھا کر اپنے قرابت داروں کی امداد اور حاجت روائی اصل نیکی ہے

صلہ رحمی کی دو صورتیں ہیں

(الف) ضرورت مند رشتہ داروں کی مالی مدد کی جائے (تو اس کا معاوضہ اللہ کی طرف سے مالی وسعت اور کشادگی ہوگی)

(ب) خدا کی دی ہوئی عمر میں سے کچھ ان کی خدمت میں صرف کیا جائے (عمر میں برکت اور زیادتی ہوتی ہے)

(۶) فرد کے همسائیوں سے متعلق فرائض

ہمسایہ اور پڑوسی وہ ہیں جو ایک دوسرے کے قریب رہتے اور بستے ہیں اگر ہمسایہ بھوکا ہو تو کھانا کھلانا، اگر بیمار ہو تو تیمارداری کرنا، اگر مصیبت میں ہو تو ہمدردی کرنا۔ اس دنیا میں ہر انسان دوسرے انسان کی مدد کا محتاج ہے لہٰذا ہمسائیوں میں دوست دشمن اور مسلم وغیر مسلم کی تمیز بھی نہیں ہے

(۷) یتیموں کے حقوق

وہ کمسن بچہ جو باپ کے سایہ محبت سے محروم ہے جماعت کے ہر رکن کا فرض ہے کہ اس کو آغوش محبت میں لے، اس کی خدمت کرے، اس کی تعلیم و تربیت کی فکر کرے۔ یتیم لڑکیوں کی حفاظت کرے، شادی بیاہ کی مناسب فکر کرے، ان کے ساتھ رحم و شفقت کا جذبہ ہو جو یتیم وغریب و مفلس ہوں ان کی مناسب پرورش اور امداد عام مسلمانوں کا فرض ہے۔

(۸) بیوہ کے ساتھ حسن سلوک

یتیموں کے بعد اناث انسانی میں سب سے ناچار اور ناتواں گروہ جنس لطیف کے ان افراد کا ہے جن کو قدرت نے شوہروں کے سایہ سے محروم کر دیا ہے اب وہ بے یار و مددگار اور بے مونس و غمخوار ہیں آنحضرتؐ نے اس مظلوم طبقہ کی امداد کو ایسی نیکی قرار دیا ہے کہ رات بھر نفل نمازیں پڑھ پڑھ کر اور اکثر نفلی روزہ رکھ رکھ کر جو ثواب حاصل کیا جا سکتا ہے وہ اس فرقہ کے ساتھ حسن سلوک کرنے والا با آسانی کر سکتا ہے۔ (۲۱)

(۹) فرد کے مہمانوں اور ساتھیوں سے متعلق فرائض

میزبان مہمان کی آرام و ستائش کے ساتھ مہمان کی عزت و آبرو کا بھی محافظ ہوتا ہے۔ مہمان کی خدمت، حفاظت، کھانے پینے کا فوراً سامان کرنا میزبان کو مہمان کی خاطر تواضع اور تعظیم و تکریم کی ہدایت ہے۔

(۱۰) فرد کے محتاجوں اور ضرورتمند سے متعلق فرائض

انسانی جماعت کے ہر رکن کا فرض ہے کہ وہ اپنے اس مصیبت زدہ بھائی کی ہر طرح مدد کرے

☆ سائل مانگنے والا (بھیک مانگنے والا نہیں)

☆ جس کا مال غنیمت میں کوئی حصہ نہیں، دولت سے محروم، مصیبت زدہ، جس کی کمائی یا کھیتی پر کوئی آسمانی افتاد یا مالی مصیبت پڑ گئی ہوا اور اب وہ دوسروں کی مدد کا محتاج ہو گیا ہو دونوں طرح سے حاجت مندوں کی مدد، حاجت برآری، ضرورت مند کی ضرورت پوری کرنا، مسلمانوں کے حقوق میں سے ایک ہے جس کو ہر مسلمان کو ادا کرنا چاہئے ☆ مساکین ☆ بیمار ☆ زبردست ☆ مظلوم ☆ کمزور ☆ محتاج ☆ غریب ☆ غلام ان سب کے ساتھ حسن معاشرت، ان کی رعایت، دلجوئی، دلداری، خبرگیری، ہمدردی و معانت، ان کی کفایت و سرپرستی، وغیرہ۔

(۱۱) فرد کے اخلاقی قدروں سے متعلق فرائض

اسلام نے انسان کو اچھے اخلاق کا پابند بنایا اور برے اخلاق سے بچایا ہے اسلام کی ہر شے میں خواہ وہ عقیدے سے متعلق ہو یا عبادات سے یا اخلاق و معاملات سے مرکزی چیز اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ہے۔ اخلاقی فضائل عصمت، پاک دامنی، امانت داری، ایفائے عہد، اللہ کی محبت کے ساتھ رشتہ داروں، یتیموں، غریبوں، مسافروں، مانگنے والوں اور گردنوں کے چھڑانے میں دیا۔ سخاوت، سچ بولنا، غصہ کو روکنا، لوگوں کو معاف کرنا، صبر، عاجزی، فروتنی، حلم و بردباری دیانت، اعتدال و میانہ روی، شرم وحیا، رحم، عدل وانصاف، احسان، رواداری، امن وآتشی، شائستگی، مہمان نوازی، حسن سلوک، بزرگوں کا ادب، عورتوں کا احترام، چھوٹوں سے شفقت، دوسروں کے جذبات کا احساس، ان کے حقوق کی پاسداری وخودداری عزت وناموس کا تحفظ، مظلوم کی حمایت، حق کا ساتھ دینا، رفق ولطف، تواضع وخاکساری، خوش کلامی، ایثار، ہمدردی، قربانی نیکی، حق گوئی

(۱۲) فرد کے معاشرتی اقدار سے متعلق فرائض

فرد کا فرض ہے کہ معاشرتی ترقی اور معاشرتی اقدار کے فروغ کے لئے عملی کوششیں کرے..... نیز معاشرتی ناہمواریوں اوران کی معاشرتی بیماریوں اور برائیوں مثلاً: جبر، تشدد، تعصب، ناانصافی، باہمی نفرت وعداوت، بغض، حسد وکینہ، بدگمانی وشماتت، ظلم وزیادتی، ناحق قتل، کسی کا مال لینا، آبرو ریزی کرنا، غیبت اور بہتان، درشت خوئی، اور سختی کا رویہ، حرص وطمع اور انسانی حقوق کی پامالی کو ختم کرنے کی کوشش کرے۔ معاشرے کو پرامن، خوشحال فرقہ واریت، اور علاقائی تعصبات سے پاک بنانے میں مثبت کردار ادا کرے

(۱۳) فرد کے قانون اور آئین کے حوالہ سے فرائض

قانون اور آئین کا تقاضہ یہ ہے کہ فرد قانون اور آئین سے آگاہ ہو۔ آئین اور قانون کی پاسداری کرے، آئین کا پابند ہو۔ قانون پر سختی سے عمل کرے

آئین اور قانون مملکت کی سالمیت اور ترقی کے اعتبار سے: معاشرے کی اصلاح، بہتری، ترقی، خوشحالی، امن وامان کے اعتبار سے، معاشرتی اقدار کی آبیاری، فروغ اور تحفظ کے اعتبار سے، دوسروں کے حقوق، جان ومال اور عزت وآبرو کے اعتبار سے، دوسروں کے حقوق، جان ومال اور عزت وآبرو کے اعتبار سے دوسروں کے حقوق جان ومال عزت وآبرو کے اعتبار سے۔

دوسروں کی مذہبی، معاشرتی، معاشی اور جمہوری حق کے اعتبار سے، ماحول اور قدرتی وسائل کے تحفظ کے اعتبار سے جو تقاضے ہوتے ہیں فرد ان سے آگاہ ہو اور ان کو پورا کرے۔ آئین اور قانون نے فرد کو جو حقوق دیے ہیں، وہی دوسرے فرد کو بھی حاصل ہیں افراد کے یہ حقوق صرف اسی صورت میں پورے ہو سکتے ہیں جب ہر شخص دوسرے کے حقوق اپنے لئے فرض سمجھے۔

(۱۴)فرد کے قومی اور بین الاقوامی حوالہ سے فرائض

فرد کا فرض ہے کہ اپنی قومی تاریخ، ثقافت اور ادب سے محبت کرے، ان پر فخر کرے، قومی روایات، اقدار اور قومی ورثے کا تحفظ کرے، قومی مفادات کو ذاتی مفادات پر ترجیح دے۔ قومی ترقی اور بہتری کی کوششوں میں بھرپور حصہ لے، قومی وسائل میں اضافہ اور ان کے تحفظ کی کوشش کرے۔ فرد کا فرض ہے کہ خود کو عالمی برادری کا فرد سمجھے۔ بین الاقوامی قوانین کا احترام کرے، ماحول کے تحفظ، دہشت گردی فرقہ واریت، اور منشیات و اسمگلنگ کے خلاف عالمی تحریکوں میں حصہ لے عالمی ترقی اور امن کے لئے اپنا کردار ادا کرے (۲۲)

معاشرتی اقدار کے بنیادی تصورات

(الف)اقدار کی تعریف: کسی بھی معاشرہ میں رہنے والے افراد کئی نسلوں کے بعد بقائے باہمی اپنی ضروریات، اپنے مذہبی احکامات و اخلاقی ضابطوں کے تحت معاشرتی ہم آہنگی اور گروہی زندگی کو بہتر انداز میں گزارنے کیلئے جو اصول و ضوابط تشکیل دیتے ہیں اور ان پر رضا کارانہ طور پر بھی عمل درآمد کرتے ہیں، ان کو معاشرتی اقدار کہا جاتا ہے۔ انہی اقدار سے ہماری تہذیبی زندگی کا تسلسل جاری رہتا ہے۔

سماجی انصاف، حسن سلوک، والدین اور بزرگوں کا احترام، ہمسایوں سے حسن سلوک، رشتہ داروں سے حسن سلوک، خواتین کا احترم، احترام انسانیت، حسن تربیت، باہمی تعاون اور مدد کرنا، نظم وضبط، والدین کی دیکھ بھال

(ب) معاشرتی اقدار کا انحطاط: غیر صحت مند مسابقت کا فروغ (قبضہ گروپوں کی کارروائیاں، امتحانوں میں نقل کا رجحان وغیرہ)۔ نظم وضبط کی کمی، لاتعلقی، رویوں میں تبدیلی، دولت (ناجائز ذرائع آمدن)، سماجی مرتبہ، دہرے معیار۔

(ج) **معاشرتی اقدار کے تحفظ کے اقدامات:** ان کی حفاظت کے لئے مختلف عناصر مثلاً، ریاست، خاندان اور تعلیمی ادارے اپنا مثبت کردار ادا کر سکتے ہیں (۲۳)

غیر مسلموں کے حقوق

اسلام نے جو حقوق مسلمانوں کو عطا کئے ہیں وہ دراصل سب انسانوں (مسلم و غیر مسلم) کے لئے ہیں۔ اسلام نے نظری اور عملی طور پر سب انسانوں کو برابر حیثیت دی ہے مسلمان حکومتوں نے غیر مسلموں کے ساتھ رواداری کا سلوک کیا۔ ان کو برابر حقوق دیے۔ مکمل آزادی دی۔ اور زندگی کے دوسرے شعبوں میں ان کو برابر کا شریک رکھا گیا ہے۔

مذہب و اعتقاد کی آزادی

اسلامی ریاست میں جس قدر بھی لوگ بستے ہیں۔ انہیں ضمیر و اعتقاد کی آزادی ہے۔ وہ جس طرح چاہیں زندگی بسر کر سکتے ہیں۔ وہ اپنے مذہب کی تبلیغ کر سکتے ہیں۔ یہاں تک کہ حدود میں رہتے ہوئے اسلام پر تنقید بھی کر سکتے ہیں۔ لیکن انہیں زبردستی مسلمان نہیں بنایا جا سکتا حالانکہ مسلمانوں پر فرض ہے کہ اشاعت دین کریں، اسے دور دور تک پھیلائیں۔ اگر کوئی شخص بارضا و رغبت اسلام قبول کر لیتا ہے تو وہ مسلمان کا بھائی ہے اگر وہ اسلام قبول نہیں کرتا تو وہ امن و امان میں رہتا ہے اور جزیہ ادا کرتا ہے تو مسلم ریاست اس کی حفاظت کرے گی، اسے مجبور نہیں کرے گی کہ وہ مسلمان ہو جائے۔ ارشاد ربانی ہے **لا اکراہ فی الدین قد تبیّن الرشد من الغیّ** (۲۴) **ولا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ فیسبوا اللہ عدوا بغیر علم** (۲۵) **واصبر علی ما یقولون واھجرھم ھجرا جمیلا** (۲۶) **قل الحق من ربکم فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر** (۲۷) **انما انت منکر لست علیھم بمصیطر** (۲۸)

حسن سلوک، احسان یعنی بھلائی کرنا

حسن سلوک کو عربی زبان میں احسان کہا گیا ہیں۔ احسان کے لغوی معنی یہ ہے کہ کسی کام کو اچھے طریقہ سے انجام دینا، خوبصورت بنا دینا، اس مفہوم کی ادائیگی کیلئے حسنۃ کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ اردو میں حسن سلوک اور مروت بھی یہی معنیٰ دیتے ہیں احسان کا اصطلاحی مفہوم یہ ہے کہ کسی کام میں دل لگا کر عمدگی اور اچھے طریقہ سے انجام دینا۔ دوسروں کے ساتھ ایسا نیک سلوک کرنا جس سے اس کا دل خوش ہو اور ان کو راحت پہنچے۔ احسان ایک جامع صفت ہے جو ہر نیکی کے کام کو محیط ہے۔

اسلام جہاں نیک کام کی طرف دعوت دیتا ہے، اس میں کثرت کی رغبت دلاتا ہے وہاں اس کو خوب سے خوب تر طریقہ سے انجام دینے کی ہدایت کرتا ہے۔ اگر عدل برابری اور مساوات کا تقاضا کرتا ہے تو احسان اس سے آگے نکل جانے کا نام ہے، جہاں حقدار کو اس کے حق سے زیادہ دیا جاتا ہے۔

مراتب احسان: احسان کے بہت سے مراتب اور درجات ہیں

(۱) ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ آدمی صاحب ایمان ہو

(۲) اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ حقوق کی ادائیگی میں سب سے بھلائی اور حسن سلوک کا معاملہ کرے اور نیکی کا موقع ہاتھ سے نہ جانے دے۔

بندوں کے ساتھ احسان: اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر شخص کے ساتھ بھلائی کے ساتھ پیش آنا، اور نیکی کا بدلہ اس سے بڑھ کر دینا۔ احسان کی منزل عدل کے بعد آتی ہے۔ جو عادل نہیں وہ محسن بھی نہیں ہوسکتا۔ احسان کی بہت سی صورتیں ہیں مثلاً

کسی مصیبت زدہ کو مصیبت سے نجات دلانا، قصور وار کو معاف کرنا، کسی کی مجبوری سے فائدہ نہ اٹھانا بلکہ اس کی بقدر استطاعت مدد کرنا، تنگ دست مقروض کو مہلت دینا، دوسرے کے آرام کو اپنے آرام پر ترجیح دینا۔

قرآن مجید میں احسان کے متبادل، خیر، فضل، معروف، (ہر وہ چیز جس کی خوبی عقلاً وشرعاً معلوم ہو) ایک اور لفظ ''بِرّ'' بھی معلوم ہوا ہے اور اس وسیع دائرے میں کافر و مسلم سب کو شامل کرلیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے: ''جو لوگ تم سے دین کے بارے میں نہیں لڑے اور انہوں نے تم کو تمہارے گھروں سے نہیں نکالا ان کے ساتھ انصاف کرنے اور منصفانہ برتاؤ کرنے سے خدا تم کو منع نہیں کرتا (کیونکہ) اللہ منصفانہ برتاؤ کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے'' (۲۹)

غیر مسلموں سے حسن سلوک سیرت طیبہ ﷺ کی روشنی میں

اسلام نے سب لوگوں کے ساتھ حسن سلوک اور عفوو درگزر کا حکم دیا ہے اور مفکرین اسلام نے اس کے لئے ''رواداری'' کی اصطلاح ایجاد کی جو کہ اسلام کی خصوصیت ہے۔ رواداری سے مراد دور اندیشی ہے جس کو انگریزی میں ''براڈ مائنڈڈ'' کہا گیا ہے۔ اسلامی اصطلاح میں رواداری سے مراد غیروں سے ایسا حسن سلوک کرنا ہے جو سلوک اپنوں سے لازم کیا گیا ہو۔ کیونکہ مسلمان ہونے

کے بعد رنگ و نسل، امیر وغریب، صغیر وکبیر، آقا اور غلام کی برتری صرف تقویٰ کی صورت میں برقرار رہتی ہے۔ ورنہ ہر آدمی برابر کے سلوک کا روادار ہے۔ اسلام نے انسانی معاشرہ میں انسانوں کے لئے جو قانون وضع کئے ہیں۔ اسمیں ہر انسان کو انسان ہونے کی حیثیت سے قابل تعظیم قرار دیا گیا ہے۔ اس اصول کے پیش نظر اسلام میں رنگ و نسل دین وتبلیغ، جنگ کے میدان، عدل وانصاف، امانت گزاری اور معاشرہ کے دوسروں شعبوں میں غیر مسلموں سے رواداری کا بہترین سلوک روا رکھا گیا ہے۔ اسلام نے دوسرے مذاہب کے پیروکاروں (غیر مسلمین) کے ساتھ معاملات میں جس رواداری کی ہدایت کی ہے اس کی مثال سے تاریخ کے اوراق خالی ہیں نہ قدیم مذاہب نے اس جیسی رواداری کا مظاہرہ کیا ہے نہ جدید نظریات کر سکتے ہیں اسلام دیگر نظریات اور مذاہب کے برعکس اپنے ماننے والے کو ہدایت اور تلقین کرتا ہے کہ ہر انسان کے ساتھ اس کی انسانی حیثیت کی بناپر تمام انسانوں کے ساتھ حسن سلوک کریں اور رواداری سے پیش آئیں کسی کو اپنی ذات سے تکلیف نہ پہنچائیں ہر انسان کی جان ومال اور عزت کا تحفظ کریں جس طرح اپنی جان مال اور عزت کا کرتے ہیں اس معاملہ میں وہ مسلم اور غیر مسلم کی تمیز روا نہ رکھیں۔

اسلام نے جنگ کی اجازت دی ہے لیکن جنگ کو جن شرائط سے مشروط کر دیا اور اس میں جو پابندیاں عائد کی ہیں اس سے جنگ کا دائرہ کتنا محدود ہو جاتا ہے۔

☆ جنگ میں زیادتی کرنے اور غیر ضروری خون بہانے کی ممانعت کر دی، زخمیوں ضعیفوں، مجبوروں، قیدیوں، عورتوں اور بچوں پر تلوار اٹھانے کی ممانعت کر دی، شکست قبول کرنے والے، ہتھیار ڈالنے والے، اطاعت کا صرف اظہار ہی کرنے والے دشمن کو امان دینے کا حکم دیا ہے، محض شک وشبہ کی بنیاد پر تلوار اٹھانے سے منع کرتا ہے کہ ممکن ہے کہ جھوٹ میں سچ پوشیدہ ہو ایک قابل احترام انسانی خون تمہاری گردن پر رہ جائے" آنحضرت ﷺ نے اس صحابیؓ کے عمل سے بیزارگی کا اظہار کیا جنہوں نے جنگ میں ایک آدمی کو باوجود اس کے اظہار اطاعت کے قتل کر دیا کیونکہ وہ اس کو مکر سمجھ رہے تھے

صبر کی ممانعت (دشمن کو گرفتار کرتے اس کے ہاتھ وغیرہ کسی چیز سے باندھتے اس کو تیروں کا نشانہ بناتے یا تلوار سے قتل کر دیتے آنحضرت سے منقول ہے کہ خدا کی قسم! میں مرغ کو بھی مارنا اس طرح جائز نہیں رکھتا) عصر کی پابندی، قاصدوں کو امان، دشمن پر بے خبری یا قبل از وقت حملہ کرنے

کی ممانعت۔اسیران بدر کو جب آپؐ نے صحابہ کے حوالہ کیا تو تاکید کی کہ کھانے پینے کی تکلیف نہ ہونے پائے، چنانچہ صحابہ جو کھجور وغیرہ کھا کر زندگی بسر کرتے تھے اور قیدیوں کو کھانا کھلاتے تھے۔ بدر کے قیدیوں کی کراہیں جب گوش مبارک تک پہنچیں تو حضورؐ کی نیند اڑ گئی اور آپؐ اس وقت تک آرام سے نہ سو سکے جب تک ان کے بندھن ڈھیلے کر کے انہیں آرام نہ پہنچایا دیا گیا۔غزوہ حنین میں بنو ہوازن کے چھ ہزار قیدی صرف ایک اپیل پر حضور اکرمؐ کے اشارے پر رہا کر دیئے گئے اور ان کے پہننے کیلئے چھ ہزار جوڑے مصری کپڑے کے عنایت فرمائے۔حاتم طائی کی بیٹی جب گرفتار ہو کر آئی تو آپؐ نے عزت واحترام سے مسجد کے ایک گوشہ میں اس کو مقیم کیا اور فرمایا کہ کوئی تمہارے شہر کا آجائے تو میں تم کو اس کے ساتھ رخصت کر دوں چنانچہ چند روز کے بعد سفر کا سامان کر کے ایک آدمی کے ساتھ یمن بھجوا دیا۔

فتح کئے ہوئے ممالک کے ساتھ سلوک: وہ طرزِ عمل جو فتح کئے ہوئے ممالک اور اسلامی ممالک میں غیر مسلمین اقلیتوں سے اختیار کیا گیا تھا، وہ طرزِ عمل ہے جس کا تعلق انسانیت کے وسیع دائرے میں سماجی عدل سے ہے۔ارشاد ربانی ہے کہ: **وقاتلوهم حتىٰ لا تكون فتنة ويكون الدين كله لله(۳۰)**

ترجمہ: ان کافروں سے جنگ کریں یہاں تک فتنہ باقی نہ رہے اور دین سارا کا سارا اللہ کا ہو جائے دین کا مطلب ہے اطاعت۔سب کے سب اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کے ماتحت ہوں پھر بغیر کسی زبردستی کے اپنا عقیدہ خود منتخب کریں انہی اصولوں کے تحت قوموں کے سامنے تین راہیں متعین کی گئیں (۱) اسلام (۲) جزیہ (۳) جنگ

جزیہ: مسلمانوں کو مملکت کے تحفظ کے لئے اپنا خون بہانا ہوتا ہے۔سماج کے تحفظ کے لئے وہ زکوۃ بھی ادا کرتے ہیں۔ایک غیر مسلم بھی اسلامی مملکت کے تحت امن و سکون سے فیض حاصل کر سکتا ہے داخلی اور خارجی سہولتیں اور وہ سب کچھ حاصل کرتا ہے جو اسلامی مملکت اپنے باشندوں کے لئے فراہم کرتا ہے۔معذوری یا بڑھاپے میں اس کو اجتماعی کفالت کا سہارا بھی ملتا ہے، ایسی صورت میں عدل و انصاف کا تقاضا ہے کہ وہ بھی ان سب کاموں میں اپنے مال کے ذریعہ شریک ہو اسلام نے زکوۃ جو ایک عبادت ہے، اس کے بدلہ میں جزیہ کے شکل میں ٹیکس وصول کیا، تو جزیہ عائد کرنے کی حقیقت بھی سامنے آئی کہ مملکت کے لئے جانی قربانی صرف مسلمان ہی پیش کرتے

ہیں اس کے علاوہ جزیہ تسلیم و رضا کی نشانی ہے۔

اسلام نے فتح کئے گئے ملکوں میں اپنے انسانی مقاصد کو مکمل طور سے عملی جامہ پہنایا۔ اسلام لانے کی صورت میں ان باشندوں کو جمیع معاملات میں مسلمانوں جیسے حقوق دیئے اور جزیہ ادا کرنے کی صورت میں بھی ان کو اعلیٰ انسانی حقوق دیئے یہاں تک کہ جنگ کی حالت میں بھی ان سے انسانیت اور انصاف والا سلوک کیا گیا۔

اسی طرح مسلمانوں نے فتح کئے ہوئے علاقوں میں ان غیر مسلم ماتحت آفیسروں اور امارات کے نچلے عہدیداروں کو برقرار رکھا جو خلوص سے عام لوگوں کی بھلائی کیلئے کام کرتے نظر آئے۔ اسلامی قانون نے ان جنگ کرنے والوں کی ساری ملکیت پر قبضہ کرنا فاتح کیلئے جائز ٹھہرایا ہے، جو نہ اسلام قبول کریں اور نہ جزیہ دیں اس کے باوجود حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں فارس فتح ہوا تو دوسری پالیسی اختیار کی گئی کہ زمین مالکوں کے پاس رہنے دی البتہ ان پر خراج لازم کیا تا کہ وہ حسب معمول اپنے گزران کا ذریعہ ان کو میسر ہو اس پر محنت کر کے زندگی بسر کر سکیں

یہ ایک حقیقت ہے کہ عہد اسلام میں فتح کئے ہوئے ممالک کے ساتھ ہمیشہ انسانی سلوک روا رکھا گیا۔ آپ کا فتح مکہ کے موقع پر رواداری کا عظیم الشان مظاہرہ دیکھئے۔ بیس برس تک لڑنے والے دشمن۔ تین بار بڑے بڑے حملے کئے۔ قتل کر دینے کی سازشیں کرنے والے تو قریش کی ساری تاریخ پر خط عفو پھیر کر کہتی ہے **لا تقریب علیکم الیوم اذھبو افانتم الطلقاء** الثاان کی تالیف قلب کیلئے ان کو مال و دولت عطا کرتے ہیں اور ان کو ذلیل اور مسترد کرنے کے بجائے ان کو ذمہ داریاں سونپتے ہیں اور گلے لگاتے ہیں ان سب کو اسلام کی طرف سے عطا کی ہوئی خوبیوں سے فائدہ اٹھانے کا موقع دیا۔ اور بغیر کسی پابندی یا شرط شروط کے اسلام کی خصوصیتوں کو اختیار کرنے اور ان سے فیض حاصل کرنے کی اجازت دی اس سلسلہ میں کسی کیلئے بھی رنگ و نسل زبان و مذہب کو رکاوٹ بننے نہیں دیا۔ اور ان کو مذہبی رسومات کی ادائیگی کے سلسلہ میں آزادی تھی۔ ان کی عبادت گاہوں، کلیساؤں، خانقاہوں، اور ان کے علماء اور راہبوں کی حفاظت کا ذمہ لیا گیا تھا اور ان سے کئے گئے معاہدات کی ایمانداری سے پابندی کی۔

حضرت عمرؓ کے دور میں نا مسلم ذمی مسکینوں کے حق کو بھی تسلیم کیا گیا

قاضی ابو یوسف نے لکھا ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے دیکھا کہ ایک بوڑھا جو اندھا بھی تھا۔ ایک دروازے پر کھڑا بھیک مانگ رہا ہے۔ حضرت عمرؓ نے پیچھے سے اس کے بازو پر ہاتھ مارا اور پوچھا کہ تم کو بھیک مانگنے کی ضرورت کیا پڑی؟ اس نے کہا کہ جزیہ ادا کرنے اور اپنی ضروریات پوری کرنے اور اپنی اس عمر کے سبب سے بھیک مانگتا ہوں حضرت عمرؓ اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لائے اور اپنے گھر سے اس کو کچھ دیا پھر اس کو بیت المال کے خزانچی کے پاس بھجوایا اور کہا اس کو اور اس جیسے لوگوں کو دیکھو، خدا کی قسم ہم انصاف نہیں کریں گے، اگر ہم اس کی جوانی کی کمائی تو کھائیں اور اس کے بوڑھے ہونے پر اس کی مدد چھوڑ دیں۔ قرآن میں صدقہ کی اجازت فقراء اور مساکین کے لئے ہے فقراء تو وہی ہیں جو مسلمان ہیں اور مساکین اہل کتاب میں ہیں ان سے جزیہ نہ لیا جائے (۳۱)

آنحضرتؐ نے ایک یہودی خاندان کو صدقہ دیا، ام المؤمنین حضرت صفیہؓ نے اپنے دو یہودی رشتہ داروں کو ۳۰ ہزار مالیت کا صدقہ دیا، مجاہد نے مشرک رشتہ داروں کے قرض معاف کرنے کو ثواب کا کام بتایا، ابو سیرہؓ اور عمر بن شرجیل صدقہ فطر سے عیسائی راہبوں کی مدد کیا کرتے تھے، حضرت عمرؓ نے حضور کے زمانہ میں اپنے مشرک بھائی کو تحفہ بھیجا، حضور اکرمؐ نے مشرک چچاؤں کی بیمار پرسی بھی کی، حضورؐ نے ایک یہودی بچے کی عیادت فرمائی (جو ایمان لے آیا)، قریش مکہ پر (فتح مکہ سے پہلے) قحط کا زمانہ آتا ہے تو آپؐ غلہ کی رسد جاری کراتے ہیں، مکہ کے غرباء کے لئے پانچ سو اشرفیاں نقد بھجواتے ہیں (۳۲)

حضرت عمرؓ نے اپنے دور میں جب دمشق کا سفر کیا تو وہاں ایک بستی سے گزرنا ہوا جہاں کچھ برص اور جزام کے مریض عیسائی رہتے تھے تو آپؓ نے حکم دیا کہ ان کو زکوۃ کے حساب سے امداد دی جائے اور ان کے لئے راشن جاری کیا (۳۳) نصاریٰ کا وفد جب نجران سے مدینہ حاضر ہوا تو آپؐ نے ان کی مہمان نوازی کی، مسجد نبوی میں ان کو جگہ دی۔ بلکہ ان کو اپنے طریقہ سے مسجد میں نماز پڑھنے کی بھی اجازت دی اور جب عام مسلمانوں نے ان کو اس کام سے روکنا چاہا تو آپؐ نے منع فرمایا یہودیوں اور عیسائیوں کو اپنی کتابوں پر عمل کرنے کی ہدایت کی۔

غیر مسلموں کے اعترافات

یورپ کے مورخین میں سے ایک ''ہنری ڈیکاسٹری'' ہے (جو الجیریا کا ایک فرانسیسی عہدہ دار تھا) یہ اپنی کتاب ''اسلام پر اپنے افکار و تاثرات'' میں لکھتا ہے کہ اسلام میں رواداری کی زبردست تعلیم ہے۔ حضرت محمدؐ اور ان کے ابتدائی جانشینوں نے ان پر برابر عمل کیا ہے اور بقول ہمارے ایک پیشرو ''رابنسن'' کہ ہمیں یہ کہنے پر مجبور کرتی ہے کہ محمدؐ اور ان کے جانشینوں کا یہ اصول خاص طور پر قابل غور ہے کہ انہوں نے اجانب کے ساتھ الفت و دوستی کی بنیاد بھی ڈالی اور اپنے مذہب کی اشاعت کا فرض بھی ادا کیا میں کہتا ہوں کہ اسلام کی نشونما جارحانہ پالیسی کی بنا پر ثابت نہیں کی سکتی۔(۳۴)

پھر موسیو ڈیکاسٹری لکھتا ہے کہ: ''میں سمجھتا ہوں اسلام کے پھیلنے کا ایک سبب یہ ہوا کہ مسلمانوں نے غیر اقوام کے ساتھ بہترین سلوک روا رکھا جب مسلمان رومائے شرقی کے تابع فرمان ملکوں (شام و مصر وغیرہ) کو فتح کر رہے تھے، وہ زمانہ ایسا تھا کہ وہاں کے باشندے اپنے حاکم کے مظالم وشدائد سے تنگ آ گئے تھے اس کے مقابل ان کو اسلام کی رواداری اور رحم دلی رحمت معلوم ہوئی ہم مسلمانوں کی پہلی فتح سے لیکر ان کے استقلال حکومت کے عہد کا مطالعہ کرتے ہیں برابر واضح ہوتا ہے، غیر مذاہب کے ساتھ ان کے معاملات نہ صرف روادارانہ بلکہ حیرت انگیز طور پر فیاضانہ تھے۔ مشرقی عیسائیوں کو یہ محسوس ہی نہیں ہوسکا کہ ان کا کسی غیر سے سابقہ پڑا ہے حالانکہ مملکت مسلمہ کے اساقفہ (پادریوں) کو روما اور دوسرے عیسائی ملکوں سے خط وکتابت کی آزادی حاصل تھی'' پھر آگے لکھتا ہے: ''اس روش کا دوسرا اثر ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ان ممالک میں عیسائیت پر خود بخود زوال آنے لگا شمالی افریقہ سے اسے بالکل ناپید ہونا پڑا۔ پھر لطف یہ کہ اسلام میں دعوت و اشاعت مذہب کا کوئی باقاعدہ نظام بھی نہ تھا نہ ترویج مذہب کیلئے کوئی مشن ملکوں پر نکلتا تھا۔ نہ تلوار کے زور سے کسی کو مسلمان ہونے پر مجبور کیا جاتا تھا بلکہ واقعہ یہ ہے کہ اسلام چپکے چپکے ہی لوگوں کے دل میں گھر کرتا گیا اس کی حکیمانہ اور روادارانہ تعلیم کی طرف منسوب کیا جاسکتا ہے اور ابھی تک اسلامی دنیا میں ہم برابر اس کے آثار دیکھ رہے ہیں'' آگے لکھتا ہے کہ ''اسپین میں مسلمانوں کا حسن سلوک عیسائیوں کے ساتھ نسبتاً اور زیادہ تھا، یہاں محکوم اقوام کی حالت سابقہ حکمرانوں کے زیر حکومت بہت ابتر تھی اب وہ بھی اچھی ترقی کر چکے تھے۔

وہ ''ڈوزی'' کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتا ہے کہ: یہ مشہور عالم اسپین میں مسلمانوں کے عہد حکومت کو سراہتا تھا۔ وہ کہتا تھا کہ یہاں مسلمانوں کی سیاسی وانتظامی قابلیت نے امن امان اور عام خوشحالی پیدا کی جس سے ہر فرد بلا امتیاز مذہب وملت مستفید تھا۔ مسلمان غیر مذاہب کے حقوق کا بھی اتنا خیال کرتے تھے جتنا کے اپنے مذہب کا۔ غیر مذاہب والوں کو سرکاری عہدے دینے سے دریغ نہ کرتے تھے ''لیڈ'' وغیرہ کی طرح کئی جرنیلوں کے نام لئے جا سکتے ہیں جو عرب فوج کی قیادت کرتے تھے (۳۵) اسلامی معاشرہ میں شہری حقوق کے معاملہ میں مذہب وعقیدہ کی کوئی تعریف جائز نہیں رکھی جاتی (۱) جس طرح مسلمانوں کا خون حرام ہے اسی طرح غیر مسلموں کا خون بھی حرام ہے۔ (۲) جس طرح مسلمانوں کے درمیان عدل قائم رکھنے کی ہدایت ہے اسی طرح غیر مسلموں سے بھی انصاف برتنے کی تلقین ہے۔

ارشاد ربانی ہے **وان حکمت فاحکم بینهم بالقسط** ۔یعنی اگر تم مسلمان ان (غیروں کے) کے منصف بنائے جاؤ تو ان کے درمیان انصاف سے فیصلہ کرو (۳۶)

عدل و مساوات: ایک یہودی نے خلیفہ عمر فاروقؓ کے زمانہ خلافت میں حضرت علیؓ پر دعویٰ دائر کیا (حضرت علیؓ کو اسلامی جمہوریت کی عمارت میں ستون کی حیثیت حاصل ہے) یہ جب خلیفہ کے روبرو عدالت میں طلب ہو کر آئے تو خلیفہ نے کہا بیٹھو اے ابوالحسن! ایک ناگواری اور غصہ کے آثار حضرت علیؓ کے چہرے پر ظاہر ہونے لگے۔ خلیفہ نے کہا! اے علی! کیا تمہیں برا معلوم ہو رہا ہے کہ ایک یہودی کے مقابل تم کو عدالت میں بلایا گیا ہے؟ حضرت علیؓ نے کہا نہیں، بلکہ اسلئے اس وجہ سے میرے جذبات میں ناہمواری پیدا ہو رہی ہے کہ آپ برسر عدالت مجھے کنیت (ابوالحسن) سے مخاطب کر رہے ہیں، جو آداب عدالت کے خلاف ہے اور فریق کے حق میں بلاوجہ ترجیح حقوق کا موجب ہے (۳۷)

☆ **آیت کریمہ:** ترجمہ: اور نہ مجرم بنائے تمہیں دشمنی کسی قوم کی کہ بے انصافی کرو، وہ پرہیز گاری کے بہت قریب ہے اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ تمہارے عمل سے خبردار ہے (۳۸) **آیت کریمہ:** ترجمہ کسی قوم کی دشمنی کہ انہوں نے تمہیں مسجد حرام سے روکا تمہیں اس بات کا مجرم نہ بنائے کہ تم زیادتی کرنے لگو (۳۹)

ان آیات میں عدل کیلئے کہا گیا ہے عدل و جور کا تعلق انسانی حقوق سے ہے اور انسانی حقوق کی نگہداشت کو تقویٰ میں سب سے بڑا دخل ہے، اس لئے عدل کو اقرب للتقویٰ فرمایا۔

امداد باھمی، تعاون، ھمسایوں سے حسن سلوک

اسلامی معاشرہ کے ہر فرد پر باہمی امداد و تعاون کے ساتھ زندگی بسر کرنا واجب ہے۔ جس کو انسانی حق تسلیم کرتا ہے۔ دولت مند پر واجب ہے کہ غریب کی مدد کرے، جہاں تک بھی اس کی ہمت و قدرت کی رسائی ہوسکتی ہے۔ جو زیادہ قریب ہے اس کی امداد کا زیادہ مستوجب ہے حتیٰ کہ پڑوسی پر بھی اس کا حق ہے اس کی گہرائی کا اندازہ اس حدیث سے ہوسکتا ہے کہ: حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ وہ ہم میں سے نہیں ہے (یعنی ہماری ملت سے خارج ہے) جو پڑوسی کا بھوکا سونا گوارہ کرے خود پیٹ بھر کر کھائے (ص) حجۃ الاسلام میں امام غزالی نے ایک واقعہ قلم بند کیا ہے کہ عبداللہ بن عباسؓ کے پاس ایک مہمان آیا، آپ نے اس کی ضیافت کے لئے ایک بکری ذبح کی، عبداللہ بن عباسؓ نے کہا کہ دیکھو ہمارے یہودی پڑوسی کو نہ بھولنا، پھر اس کو دو تین بار دہرایا، مہمان نے کہا کتنی مرتبہ کہو گے اے ابن عباسؓ آپ نے جواب دیا۔ آنحضرتؐ نے پڑوسی کے حقوق پر اتنا زور دیا ہے کہ ہمیں اندیشہ ہوتا ہے کہ کہیں یہ ہمارے ورثاء میں نہ شامل ہو جائیں

عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کے متعلق روایت کیا گیا ہے کہ ایک دن ایک بکری ذبح ہوئی وہ تشریف لائے تو انہوں نے اپنے گھر والوں سے کہا کہ تم نے ہمارے یہودی پڑوسیوں کے ہاں بھی گوشت کا ہدیہ بھیجا؟ میں نے رسول اللہ ﷺ نے سنا آپؐ فرماتے تھے کہ پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کے بارے میں مجھے جبرئیلؑ (اللہ کی طرف سے) برابر وصیت و تاکید کرتے رہے، یہاں تک کہ مجھ کو خیال ہونے لگا کہ وہ اس کو وارث بھی قرار دیں گے (۴۰)

افسوس یہ ہے کہ عہد نبوی سے جتنا بعد ہوتا گیا آپ کی تعلیمات سے اسی قدر دوری ہوتی چلی گئی غور کریں کہ حضور اکرم کی سیرت طیبہ گرد و پیش کے حقوق پر انسان کو کتنا متوجہ رکھتی ہے کہ شفقت و رافت کی ایسی ہمہ گیر تعلیم دی کہ جس میں مذہب و ملت سے قطع نظر وہ ایسا نظام اجتماعی ترتیب دیتا ہے جس میں معاشرہ کے ہر فرد کو راحت نصیب ہوسکتی ہو۔ دشمن پر رحم کرنے کا سبق انسانیت و شرافت کی وہ مضبوط ترین بنیاد ہے جو اس مذہب اور اس کے حقیقی متبعین کی ایک ممتاز اور نمایاں خصوصیت ہے اس کی بہت سی مثالیں ہیں۔

آنحضرتؐ ایک مرتبہ ایک ایسی قوم میں ٹھہرے ہوئے تھے جو ظاہری طور پر اسلام کی چادر اوڑھے ہوئی تھی، مگر در پردہ دشمن اسلام تھی، اس کا کام جاسوسی تھا، وہ مسلمانوں کی اطلاعات لے کر کافروں تک پہنچا دیتے تھے جب یہ راز کھلا تو آپ کے صحابہ ان سے بدلہ لینے کیلئے تیار ہوئے مگر آنحضرتؐ صبر کی تلقین فرماتے رہے اور کہا کہ جب تک وہ خود اپنے حالات کا اعتراف نہیں کریں، تمہیں ان سے بدلہ لینے کا ہرگز حق نہیں، اور باوجود قدرت انتقام کے آپ نے ان سے درگزر کیا(۴۱) آپ کی رحمت ورافت کی وسعت، دوست سے لے کر دشمن تک پھیل جاتی ہے۔

آپ کا ارشاد مبارک ہے: **تصدقو اعلی اهل الادیان کلها** ۔یعنی صدقہ وخیرات دیتے ہوئے کسی مذہب کا امتیاز مت کرو(۴۲) اسلام نے غیر مسلم آباؤاجداد کے نفقہ کے متعلق خاص طور پر ہدایت دی ہے ارشاد ربانی ہے **ورزقن و اکسوتهن بالمعروف** (۴۳) قاضی ثناء اللہ پانی پتی فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ کا قول ہے کہ "ہر شخص پر اپنے والدین اور دادی دادا کو خرچ دینا واجب ہے، جس وقت کے وہ محتاج اور تنگ دست ہوں اگر چہ وہ کافر ہوں۔ اور یہ ان کا نفقہ اولاد ہی کہ ذمہ ہے۔ تو یہ نفقہ وراثت کے طور پر نہیں، بلکہ انکا نفقہ جزئیت (یعنی اولاد) ہونے کی وجہ سے واجب ہے(۴۴)" کافر والدین کے متعلق ارشاد ربانی ہے: **وصاحبهما فی الدنیا معروفا** ۔اور دنیا میں ماں باپ کے ساتھ اچھے طور پر (جو عقلاً شرعاً پسندیدہ ہو) رہو(۴۵) اور یہ تو اچھی طرح رہنا نہیں ہے کہ وہ بھوکے مرجائیں اور بیٹا/ بیٹی دولت مند ہوں۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ **ان اطیب ما اکل الرجل من کسب ولده وان ولده من کسبه** ۔مال طیب وہ ہے جو آدمی اپنی اولاد کی کمائی میں سے کھائے اور اس کی اولاد اس کی خود کی کمائی میں سے ہے(۴۶)

آیت کریمہ اور حدیث مذکورہ سے معلوم ہوا کہ ماں باپ خواہ کافر ہوں لیکن اگر صاحب احتیاج ہیں تو ان کی مالی مدد کرنی اور قرابت داری کو نہ چھوڑنا واجب ہے۔

امام بخاری نے حضرت ابوبکرؓ کی صاحب زادی حضرت اسماءؓ کا بیان نقل کیا ہے کہ میرے پاس میری ماں آئی اس زمانے میں وہ مشرک تھیں اور ان کو اسلام کا کوئی شوق نہیں تھا، میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میری ماں آئی ہے اور مدد کی خواہش مند ہے کیا میں اس کے ساتھ قرابت داری کر

سکتی ہوں؟ فرمایا ہاں اس سے قرابت کا تعلق جوڑے رکھو(۴۷)اس سے ثابت ہوا کہ ذمی کافر کو نفلی خیرات دینا جائز ہے۔

ارشادربانی ہے۔ **لیس علیک ھداھم ولکن اللہ یھدی من یشاء وما تنفقوا من خیر فلا نفسکم وما تنفقون الا ابتغاء وجہ اللہ وما تنفقوا من خیر یوف الیکم وانتم لا تظلمون**(۴۸)

ترجمہ: لوگوں کو ہدایت بخش دینے کی ذمہ داری تم پر نہیں ہے۔ ہدایت تو اللہ کے پاس ہے جسے چاہتا ہے بخشتا ہے۔اور خیرات میں جو مال تم خرچ کرتے ہو وہ تمہارے اپنے لئے بھلا ہے۔آخر تم اسی لئے تو خرچ کرتے ہو کہ اللہ کی رضا حاصل ہوتو جو کچھ مال تم خیرات میں خرچ کروگے اس کا پورا پورا اجر تمہیں دیا جائے گا۔اور تمہاری حق تلفی ہرگز نہ ہوگی۔

اس آیت کی تشریح میں مولانا مودودیؒ فرماتے ہیں کہ: ابتداء میں مسلمان اپنے غیر مسلم رشتہ داروں اور عام غیر مسلم اہل حاجت کی مدد کرنے میں تأمل کرتے تھے۔ان کا خیال یہ تھا کہ صرف مسلمان حاجت مندوں کی مدد کرنا انفاق فی سبیل اللہ ہے اس آیت میں ان کی یہ غلط فہمی دور کی گئی۔ارشاد الٰہی کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں کے دلوں میں ہدایت/ ایمان اتار دینے کی ذمہ داری تم پر نہیں ہے۔تم حق بات پہنچا کر اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہو چکے۔اب یہ اللہ کے اختیار میں ہے کہ ان کو بصیرت کا نور عطا کرے یا نہ کرے۔رہا دنیوی مال ومتاع سے ان کی حاجتیں پوری کرنا،تو اس میں محض تم اس وجہ سے تامل نہ کرو کہ انہوں نے ہدایت قبول نہیں کی ہے۔اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے جس حاجت مند انسان کی مدد بھی کروگے۔اس کا اجر اللہ پاک تمہیں دے گا۔(۴۹)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی فرماتے ہیں کہ صدقہ نفل کے لئے یہ ضروری نہیں کہ حاجت مندوں کو ہی دیا جائے چنانچہ صلح رحمی اور یتیم کا دل خوش کرنا باوجود اس کے مالدار ہونے کی بھی ہوسکتا ہے۔ بلکہ صلح رحمی تو اسلام پر بھی موقوف نہیں کافر کے ساتھ بھی صلح رحمی ہوسکتی ہے ارشاد ربانی ہے۔**وصاحبھما فی الدنیا معروفا**۔یعنی ان کا دنیا میں عمدہ طور پر ساتھ دے

نیز عمرو بن العاصؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ ﷺ فرماتے تھے کہ فلاں قبیلہ والے میرے دوست نہیں ہیں، میرا دوست تو اللہ جل شانہ اور نیک مومن ہیں۔ہاں ان کی مجھ سے قرابت ہے۔اس کی رعایت البتہ میں کروں گا(۵۰)

چونکہ اسلام جو اسلامی بنیادوں پر قائم ہونے والی ایک فلاحی تحریک ہے۔ اس لئے اس کے فروغ و کامیابی کیلئے غیر مسلموں سے میل جول اور رواداری ایک ناگزیر ضرورت ہے۔ اس کے ذریعہ لوگ اسلام کے قریب آتے ہیں۔ اور جب اس کے فوائد کو قریب سے دیکھتے ہیں تو اس میں شامل ہو جاتے ہیں۔ اس میل جول کو بڑھانے کیلئے اسلام نے اہل کتاب کے ساتھ کھانے پینے کو مسلمانوں کے لئے جائز رکھا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ **طعام الذین اوتوا الکتاب حل لکم**۔ تمہارے لئے اہل کتاب کا کھانا کھالینا جائز ہے (۵۱)

قبیصہ بن حلب اپنے والد حلب طائی سے روایت کرتے ہیں (حلب خود نصرانی المذہب تھے بعد میں مسلمان ہوئے) ان کو انصاری یعنی عیسائیوں کے ساتھ کھانے اور ان کا ذبیحہ کھانے کے بارے میں تردد تھا۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ اس کے بارے میں تمہارے دل میں کوئی تردد اور خلجان نہیں ہونا چاہئے۔ یعنی ہماری شریعت میں ان کا کھانا اور ذبیحہ جائز ہے۔ آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ کھانے پینے میں یہ تنگ نظری اور شدت پسندی عیسائی راہبوں کا شیوہ ہے۔ اگر تم وہی طریقہ اپناتے ہو تو گویا ان کی ہم رنگی اختیار کرتے ہو۔ ہماری شریعت میں یہ تنگی نہیں بلکہ وسعت ہے (۵۲)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی اس تعلیم سے دنیا میں امن و امان اور مسلمانوں میں مذہبی رواداری کو پیدا کرنے میں کتنا عظیم الشان کام کیا، یہی وہ نظریہ تھا جس نے مسلمانوں کو اپنے مذہبی عقائد و شریعت کی سخت پیروی کی باوجود نیا کی دوسری قوموں کے ساتھ مشارکت اور میل و جول کے لئے آمادہ کیا، اور مجوسیوں صابیوں، یہودیوں، عیسائیوں، اور ہندوؤں کے ساتھ مل کر مختلف ملکوں میں ان ملکوں کے مناسب مختلف تمدنوں کی بنیاد رکھنے کی ان میں قوت پیدا کی۔ غیر مسلموں سے میل جول یا حسن سلوک بایں طرح ہوا کہ اپنی وضع قطع اور طرز معاشرت میں اور بالخصوص عبادات میں کوئی بھی چیز اسلامی عقائد کے خلاف نہ ہو۔

درحقیقت امتیاز مذہبی اور قومی شعائر کا قائم رکھنا ایک عقلی قانون ہے جو ہزاروں حکمتوں پر مبنی ہے اور اسی لئے اکثر عقلاء دنیا اس کے پابند ہیں۔ آج یورپین اپنے کو آزاد سمجھتے ہیں۔ لیکن اپنے قومی شعائر کے ایسے پابند ہیں کہ شاید کوئی ایشیائی بھی ایسا پابند نہیں۔ کسی یورپین کو آپ کبھی ہندوستانی یا ... لباس وضع قطع میں نہیں دیکھتے اسی طرح ہنود وغیرہ بھی اس کی اہمیت کو محسوس کرتے

ہیں کبھی نہیں دیکھا جاتا کہ وہ ترکی ٹوپی یا پاکستانی لباس وغیرہ کا استعمال کرتے ہوں۔

غیر مسلموں سے میل جول کیلئے ان کی دعوتوں کو قبول کرنا بھی اس شرط سے جائز ہے کہ کھانے کہ اندر کوئی حرام چیز شامل نہ ہو۔ غیر مسلموں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا، اگر کوئی ضرورت داعی ہو تو جائز ہے۔ کیونکہ فقہاء کافر کے جھوٹے کو بھی جائز فرماتے ہیں۔

''حافظ ابن تیمیہ نے اپنے رسالہ'' **اقتضاء الصرا ط المستقیم فی مخالفة اصحاب الجحیم** ''میں اس بحث پر مفصل و مدلل کام کیا ہے کہ مسلمان کو چاہئے کہ کافر کے ساتھ جائز ازحاجات کوئی تعلق نہ رکھے۔ اختلاط و محبت میں اور طرز وضع میں ان کی مخالفت کا اعلان کرے (۵۴) غیر مسلم کی عیادت جائز ہے اور جب مر جائے تو اس کے وارثوں کی تعزیت بھی جائز ہے۔ مگر تعزیت اس مضمون سے کی جائے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اس سے بہتر بدلہ عطا فرمائے۔

اگر سامنے آ جائے تو سلام کرنا۔ یا سلام کا جواب دینا، بیمار ہو تو عیادت کرنا وغیرہ۔

دنیا کے ساری شر و فساد کی جڑ و بنیاد یہ ہے کہ ہر ایک دوسرے کا حق ادا کرنے سے منکر یا کم از کم بے پرواہ ہے، اور اپنا حق دوسرے سے وصول کرنے بلکہ چھیننے کیلئے ہر کشمکش اور جبر و زور کو صحیح سمجھتا ہے، اسی نے دنیا کو جہنم بنا رکھا ہے، اور اس وقت تک یہ دنیا امن و سکون سے محروم رہے گی جب تک کہ حق لینے اور چھیننے کے بجائے حق ادا کرنے پر زور دیا جائے گا۔ اگر عقل و بصیرت سے محرومی نہ ہو تو مسئلہ بالکل بدیہی ہے۔

حوالہ جات

۱۔سیرت النبی ﷺ،۴/۳۱۲۔۳۱۱،شبلی نعمانی،مکتبہ مدینہ لاہور ۱۴۰۸ھ
۲۔التوبۃ، آیت نمبر ۲۹ متفق علیہ/ منہاج المسلمین ،ص/۶۸۹ ،مسعود احمد، جماعت المسلمین کراچی،۱۹۹۰ء
۳۔معرکہ مذہب وسائنس۔بحوالہ،اسلام کے عالمگیر اصول ،ص/۱۰۶۔۱۰۷، مؤلف علامہ فرید وجدی،مترجم:سید احمد حسن نقوی، کتاب منزل لاہور،۱۹۴۸ء
۴۔التوبۃ،آیت ۲۳
۵۔الممتحنۃ، آیت ۱۔۹
۶۔الممتحنۃ،آیت ۸
۷۔منہاج المسلمین ،ص/۵۰/۵۱ مسعود احمد ، جماعت المسلمین کراچی،۱۹۹۰ء بحوالہ مستدرک للحاکم وبلوغ الامانی
۸۔منہاج المسلمین ،ص/ ۶۸۹ مسعود احمد، جماعت المسلمین کراچی،۱۹۹۰ء بحوالہ مستدرک للحاکم وبلوغ الامانی
۹۔فتاویٰ مظاہر العلوم،۱/ ۲۴۹ مظاہر العلوم سہارنپور انڈیا
۱۰۔الاسرا، آیت نمبر ۸۰
۱۱۔التین ،آیت نمبر ۴
۱۲۔المائدۃ، آیت نمبر ۳۲
۱۳۔الحجرات، آیت نمبر ۱۳
۱۴۔الحجرات، آیت نمبر ۱۳
۱۵۔النساء آیت نمبر ۷۔۸۔۱۱۔۱۲
۱۶۔اسلام کے عالمگیر اصول،ص/ ۱۰۹۔۱۱۰،سید احمد حسن نقوی، کتاب منزل لاہور،۱۹۴۸ء
۱۷۔انسانی حقوق ماڈیول نمبر ۱، وزارت تعلیم شعبہ نصاب،تعاون قانون انصاف انسانی حقوق،گل اعوان پرنٹرز اسلام آباد، جولائی ۲۰۰۴ء
۱۸۔انسانی حقوق اور وقار، پاکستان کنونشن ۲۱/۲۲ اپریل ۲۰۰۰ اسلام آباد وزارت اطلاعات اور

فروغ ابلاغ، حکومت پاکستان اسلام آباد
۱۹۔ فرد کے حقوق انسانی حقوق (اساتذہ کے لئے) ماڈیول نمبر۲، وزارت تعلیم شعبہ نصاب، وزارت انصاف وانسانی حقوق حکومت پاکستان، گل اعوان پرنٹرز اسلام آباد مارچ ۲۰۰۴ء
۲۰۔ سیرت النبی ﷺ، ۶/۱۰۲ شبلی نعمانی، مکتبہ مدینہ لاہور ۱۴۰۸ھ
۲۱۔ سیرت النبی ﷺ، ۶/۱۴۵ شبلی نعمانی، مکتبہ مدینہ لاہور ۱۴۰۸ھ
۲۲۔ انسانی حقوق (فرد کے فرائض) ماڈیول نمبر۳، وزارت تعلیم شعبہ نصاب، وزارت انصاف و انسانی حقوق حکومت پاکستان، گل اعوان پرنٹر اسلام آباد، جولائی ۲۰۰۴ء
۲۳۔ انسانی حقوق معاشرتی اقدار اور ان کا تحفظ، ماڈیول نمبر۴، وزارت تعلیم شعبہ نصاب، وزارت انصاف وانسانی حقوق، گل اعوان پرنٹر، مارچ ۲۰۰۴ء
۲۴۔ بقرۃ، آیت نمبر ۲۵۶
۲۵۔
۲۶۔ المزمل، آیت نمبر ۱۰
۲۷۔ الکھف، آیت نمبر ۲۹
۲۸۔ الغاشیۃ، آیت نمبر ۲۲
۲۹۔ الممتحنۃ آیت نمبر ۸
۳۰۔ الانفال آیت نمبر ۳۹
۳۱۔ کتاب الخراج لابی یوسف ص/۲۷ بحوالہ سیرت النبی ﷺ ۶/۱۶۲، شبلی نعمانی، مکتبہ مدنیہ لاہور،
۳۲۔ سیرت النبی ﷺ۔ ۶/۱۶۲ شبلی نعمانی مکتبہ مدینہ لاہور
۳۳۔ العدالۃ الاجتماعیۃ فی الاسلام ، سید قطب شہید، ترجمہ اقتصادی انصاف، مترجم پروفیسر عبدالحی موریانی، محمد بن قاسم سندھی ادبی سوسائٹی حیدرآباد ۱۴۰۲ھ
۳۴۔ اسلام کے عالمگیر اصول ص/۲۱۰۔۲۱۱، سید احمد حسن نقوی، کتاب منزل لاہور
۳۵۔ اسلام کے عالمگیر اصول ص/۲۱۲۔۲۱۳۔۲۱۴، سید احمد حسن نقوی، کتاب منزل لاہور
۳۶۔ المائدۃ، آیت نمبر ۴۲
۳۷۔ اسلام کے عالمگیر اصول ص/۱۰۹، سید احمد حسن نقوی، کتاب منزل لاہور

۳۸۔المائدۃ آیت نمبر۸
۳۹۔المائدۃ آیت نمبر۲
۴۰۔جامع ترمذی معارف الحدیث،۶/۱۰۰،محمد منظور نعمانی،مکتبہ رشیدیہ ساھیوال
۴۱۔اسلام کے عالمگیر اصول،ص/۱۱۳۔سید احمد حسن نقوی،کتاب منزل لاہور
۴۲۔اسلام کے عالمگیر اصول،ص/۲۰۲۔سید احمد حسن نقوی،کتاب منزل لاہور
۴۳۔توبۃ آیت نمبر۲۳۳
۴۴۔تفسیر مظہری،۱/۵۳۰ قاضی ثناء اللہ پانی پتی
۴۵۔ لقمن آیت نمبر۱۵
۴۶۔اصحاب سنن اربعہ/مظہری،۱/۵۳۱
۴۷۔ بخاری ، کتاب برالوالدین، باب صلۃ الوالد المشرک، معارف الحدیث،۶/۵۳ رقم الحدیث ۳۶،محمد منظور نعمانی
۴۸۔بقرۃ آیت نمبر۲۸۲
۴۹۔تفہیم القرآن،۱/۲۱۰۔۲۰۹،سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ،ادارہ ترجمان القرآن لاہور،اکتوبر۲۰۰۵ء
۵۰۔تفسیر مظہری،۱/۳۰۲،قاضی ثناء اللہ پانی پتی دارالاشاعت کراچی۱۹۹۷ء
۵۱۔المائدۃ،آیت نمبر۵
۵۲۔جامع ترمذی معارف الحدیث،۶/ ۲۲۸۔۲۲۹،محمد منظور نعمانی مکتبہ رشیدیہ ساھیوال
۵۳۔فتاویٰ دارالعلوم دیوبند۲/ ۱۰۱۵،مفتی محمد شفیع،دارالاشاعت کراچی، جولائی ۱۹۷۷ء

درج ذیل کتب سے بھی استفادہ کیا گیاھے

۱۔الرحیق المختوم اردو،صفی الرحمٰن مبارک پوری،مکتبہ سلفیہ لاہور۔مئی ۲۰۰۲
۲۔محسن انسانیتؐ،نعیم صدیقی،اسلامک پبلیکیشنز لاہور،جولاء۱۹۸۷
۳۔سیرت النبی ﷺ کامل، ابن ہشام شیخ غلام علی سنز،۱۹۶۶ ترجمہ وتہذیب مولانا عبدالجلیل صدیقی،مولانا غلام رسول مہر
۴۔اسوۃ رسول اکرم مترجم سندھی، ڈاکٹر عبدالحیؒ عارفی،صدیقی ٹرسٹ،اپریل۱۹۹۲ء